# شہرِ گلستان۔ شیراز

عقان سلجوق لیکچرر تاریخِ اسلام اُردو کالج۔کراچی

شیراز ایران کا بڑا حسین اور نہایت دلفریب شہر ہے، اس شہر کی روح پرور آب و ہوا، عطر بیز فضا، یہاں کے باشندوں کی شگفتہ مزاجی اور عشوہ طراز حسیناؤں کے تیکھے نقوش اس شہر کو بے مثال حسن اور تابندگی بخشتے ہیں۔ شیراز ایرانی تاریخ کے ہر دور میں ایک شاندار شہر رہا ہے۔ اور ہر دور کے شعراء اس دلکش شہر کی مدح سرائی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ ہر سیاح اس شہرِ گلستان کو جنت ارض سمجھتا ہے اور ہر نووارد اس شہر کی رعنائیوں میں کھو کر اپنے وطن عزیز کی یادیں فراموش کر دیتا ہے۔

شیراز قدیم ایرانی شہر "اصطخر" کا ہم عصر رہا ہے۔ شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر کیمرون نے اصطخر کے کھنڈرات کی کھدائی میں ایسے کتبے برآمد کئے ہیں جن پر شیراز کا نام "شیرازاکش" کی شکل میں کندہ پایا گیا ہے۔ ان کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اصطخر کی تعمیر کے لئے شیراز سے معمار اور مزدور لائے گئے تھے اور ان معماروں کو چاندی کے سکّے اجرت میں دیئے گئے تھے۔ یہ واقعہ ۲۵۰۰ ق م کا ہے۔

شیخ سعدیؒ کے مقبرے کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں دو نہایت قدیم

کنوئیں موجود ہیں جو اپنی وضع اور انداز کے اعتبار سے اصطخر کے کنوؤں سے بہت مماثلت رکھتے ہیں ان شہادتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیراز اصطخر کا ہم عصر ہے اور زمانہ قدیم ہی سے ایک اہم شہر یا ایک بڑی فوجی چھاؤنی ضرور رہا ہے۔ ساسانیوں کے عہد میں شیراز نے اپنا وقار برقرار رکھا۔ بادشاہ اردشیر ساسانی نے اپنا پرشکوہ دربار اسی شہر میں منعقد کیا تھا۔

امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ شیراز کی شہرت پر دبیز پردے پڑتے گئے اور زمانہ قدیم کا یہ وضعدار شہر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ویرانے میں تبدیل ہوکر رہ گیا۔

B

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک عہد خلافت میں مجاہدین نے فارس پر پیش قدمی کرکے اصطخر کا محاصرہ کرلیا تو انہوں نے اس شہر کے کھنڈرات کے قریب اپنا پڑاؤ ڈالا تھا۔ بنو امیہ کے عہد میں شیراز کی جانب توجہ دی گئی۔ چنانچہ محمد بن قاسم بن عقیل نے جو کہ مشہور اموی گورنر حجاج بن یوسف کے داماد اور عم زاد بھائی تھے، موجودہ شہر کی بنیاد رکھی۔ واقعہ ۶۴ھ مطابق ۶۸۴ء کا ہے[1]۔ شیراز کے مختار ہونے اور ترقی کرنے کا سب سے بڑا سبب المقدسی کے بیان کے مطابق یہ تھا کہ یہ شہر صوبہ فارس کا مرکزی مقام تھا۔ فرض کیا جاتا تھا کہ شیراز تمام اسلامی سرحدوں کی اسمات اربعہ میں سے ہر سمت کے لحاظ سے ساٹھ فرسخ اور صوبہ کے چاروں گوشوں میں سے ہر ایک گوشے سے اسی فرسخ کے فاصلے پر واقع تھا[3]۔

جب بنو عباس کا عہد شروع ہوا اور ایران اور ماوراء النہر میں خاندانی حکومتیں قائم ہوئیں تو شیراز کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ اسلئے کہ مختلف ایرانی خاندانوں نے اس شہر گلستان کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ چنانچہ اردشیر تو ہ ساسانی کے بعد سب سے پہلے (صفاریہ)

۱ن، ب۔ قرون فانی

۱۳۲ھ عباسی عہد

---

[1] روضۃ الصفا۔ جلد ۷ ص ۱۴۵۸

[2] جغرافیہ خلافت مشرقی۔ ل۔ اسٹرینج ص ۲۴۹

[3] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۲۴۹

خاندان کے جلیل القدر فرماں روا عمرو بن لیث صفاری نے اس شہر کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ عمرو بن لیث صفاری نے شیراز میں بہت سی حسین عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان میں سب سے مشہور 'مسجد عتیق' ہے۔ یہ واقعہ ۹۸۴ء کا ہے۔

A صفاریوں کے بعد دیلمیوں نے اس شہر کی طرف توجہ کی اور اسے اپنا دارالسلطنت بنایا دسویں صدی عیسوی میں اس شہر نے بہت ترقی کر لی تھی۔ اس وقت اس کا طول ایک سرے سے لے کر دوسرے تک ایک فرسخ تھا۔ اور اس میں آٹھ دروازے تھے۔ دیلمیوں ہی نے اس میں ایک شفاخانہ اور ایک کتب خانہ قائم کیا تھا اور پینے کے پانی کی ایک نہر جاری کی تھی۔

دیلمیوں کے عہد میں شیراز کے گرد مضبوط فصیل تعمیر کی گئی تھی۔ چنانچہ 'صمصام الدولہ' یا 'سلطان الدولہ' نے یہ کارنامہ انجام دیا۔ اس کے بعد خاندان مظفریہ کے حریف 'محمود شاہ انجو' نے اس فصیل کی مرمت کرائی تھی۔ [۱]

شیراز کو عروج اس وقت ہوا جب 'امیر ابو کلنجر' نے اصطخر کو ویران کر دیا اور وہاں کے باشندوں کو شیراز لاکر آباد کیا اور وہاں کی قیمتی عمارتی لکڑی اور ساز و سامان کو شیراز کی تزئین اور آرائش کے لئے اُٹھا لیا۔ اصطخر تاریخ کے قدیم دور سے اب تک شیراز کا زبردست حریف رہا تھا مگر اب شیراز ہی بلادِ فارس کا وہ شہر تھا جو سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔

B دیلمیوں کے بعد اتابک خاندان نے ۱۱۴۴ء سے لے کر ۱۲۸۷ء تک شیراز پر حکومت کی۔ اتابکوں کے عہد ہی میں گلستان شیراز کے 'بلبل' شیخ سعدیؒ' نے ادبیات ایران میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

تاتاری یہ شہر کچھ ایسا دلکش اور جاذبِ توجہ تھا کہ ۱۲۵۸ء میں وحشی منگولوں نے اس کے حسن پر دست درازی کی کوشش نہیں کی جب کہ اور اسلامی شہروں میں

---

۱ہ روضۃ الصفا، جلد ۷، ص ۱۴۸ نیز جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۲۵

مینار بناتے تھے۔ اور نادرِ روزگار یادگاروں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اہل شیراز اس وقت بھی حوادثِ زمانہ سے محفوظ پُرسکون زندگی بسر کر رہے تھے۔

منگولوں کے طوفان کے بعد اتابکوں کو بھی زوال آگیا۔ ان کے زوال کے ساتھ ہی خاندانِ آلِ مظفر کا اقبال شروع ہوا اور شیراز پر نئی بہار آگئی مگر یہ بہار بہت جلد خزاں کے تند و تیز جھونکوں میں تبدیل ہوگئی اور 'تیمور لنگ' اپنے جلو میں تباہی و بربادی کے سامان لئے شیراز کے دروازوں تک آپہنچا۔ 'شاہ منصور' نے تیموری افواج کا جم کر مقابلہ کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک رات شب خوں مار کر شاہ منصور تیمور کے خیمے تک پہنچ گیا قسمت یاوری نہ تھی ایک منگول کے ہاتھوں منصور مارا گیا۔ تیمور نے شاہ منصور کی جرأت کا بدلہ خاندانِ مظفریہ کے باقی ماندہ افراد سے لیا اور چن چن کر انہیں قتل کر دیا۔ فتح یاب ہونے کے بعد تیمور نے 'باب سلم' اور 'باب سعادت' کے درمیان تخت قراچہ باغ میں قیام کیا۔ یہ دروازے 'یزد' کو جانے والی شاہراہ کی جانب کھلتے ہیں[۱] اس موقعہ پر بھی شیراز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا[۲]

آلِ مظفر کے زوال کے بعد صفوی خاندان نے ایرانی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ان کے عہد میں بھی شیراز پھلتا پھولتا رہا مگر حکمراں خاندان کی توجہ زیادہ تر 'اصفہان' کی جانب رہی اسی لئے شیراز کی اب وہ پہلی سی خصوصیت قائم نہ رہ سکی۔ مگر شیراز کے پر بہار تاکستانوں اور دلپذیر آب و ہوا سے کون آنکھیں چُرا سکتا ہے۔ لہٰذا جیسے ہی صفوی خاندان کا زوال ہوا اس شہر کے زبردست پرستار کریم خان زند نے زند خاندان یا وکیل خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اب شیراز ترقی کی نئی راہ پر گامزن ہوگیا۔ اس خاندان کے حکمراں بڑے خلوص سے حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ کریم خان زند نے جو ہر لحاظ سے ایک جلیل القدر سلطان تھا انکساری کے طور پر اپنا لقب 'وکیل الرعایا' رکھا، اس

---

۱۔ جغرافیہ خلافت مشرقی، ص۲۵۔

۲۔ ظفر نامہ۔ شرف الدین علی یزدی۔ تذکرۂ شیراز۔

انتساب کی وجہ سے اس خاندان کو 'وکیل' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کریم خان زند نے شیراز میں اپنے گہرے اور نہ مٹنے والے اثرات چھوڑے ہیں۔ مگر اسے زیادہ عرصہ اطمینان حاصل نہ ہوسکا۔ قبیلہ قاچاریہ کے سردار آغا محمد نے آخرکار اس پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اس طرح وکیلی خاندان کا عہد ختم ہوگیا۔

قاچاریوں کے عہد سے شیراز کا سیاسی زوال شروع ہوگیا اور رفتہ رفتہ تہران نے شیراز کی جگہ لے لی۔ مگر شیراز کی فطری رعنائیاں برابر قائم رہیں۔ آج بھی اس کے باغات میں کثرت سے پھول کھلتے اور فوارے اُبلتے ہیں۔ نرم پھولوں سے لدی شاخوں پر بلبلیں چہچہاتی ہیں۔ آج بھی یہاں چشم غزال اور لب لعل شکر پارہ کی فراوانی ہے۔ باوجود اپنا سیاسی وقار کھو دینے کے شیراز اب بھی ایک مثالی حسین شہر ہے۔

شیراز اپنی پاکیزہ آب و ہوا کی بناء پر بہت مشہور ہے۔ مسلم جغرافیہ دانوں نے اسے اقالیم معتدل کے شہروں میں سے شمار کیا ہے۔ 'یاقوت حموی' نے شیراز کے باغوں کی بہت تعریف کی ہے۔ آب و ہوا کی لطافت کی بنا پر شیراز بہت ہی سرسبز و شاداب ہے۔ یہاں کثرت سے گلاب، چنبیلی، نرگس، سوسن اور نسترن کے پھول کھلتے ہیں۔ موسم بہار میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے ہر طرف رنگ بکھیر دیئے ہیں۔ لالہ کی کیاریوں میں جیسے آگ لگی ہوئی ہو۔ شاید شیراز کی آب و ہوا کی یہی سرمستی اور یہاں کے مناظر کی یہی خوش رنگی ہے کہ دنیا کے زبردست شاعر فطرت 'حافظ' یہاں پیدا ہوئے۔ حافظ شیرازی کی غزلیات کے نغماتی تأثر کو شیراز کے جمالیاتی پہلو سے خاص تعلق رہا ہے۔ یقینی طور پر 'حافظ' نے شیراز کے پُر بہار مرغزاروں سے ہی اپنا شعری تأثر حاصل کیا ہے۔ ان کے اشعار میں فطرت کے جو مضامین اور بزم نائے و نوش کے جو تصورات ملتے ہیں وہ ان کے فطری ماحول کا دلفریب عکس ہیں [۱]

شیراز کی آب و ہوا نے وہاں کے باشندوں کے رنگ روپ اور خط و خال پر گہرے اثرات

---

[۱] روضۃ الصفا، جلد ۷ صفحہ ۱۴۸۔ معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۲۳۰۔

ڈالتے ہیں۔ شیراز کی عشوہ طراز حسیناؤں ہی نے فارسی ادب میں معشوق کے روایتی اور تصوراتی خط و خال کی ترجمانی کی ہے۔

شیراز میں میووں کی بھی بڑی فراوانی تھی اور اب بھی ہے۔ بالخصوص نارنج، لیموں، انگور اور سیب شیراز میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ شیراز کے سیب کے بارے میں، یاقوت حموی نے بڑی عجیب بات یہ لکھی ہے کہ یہاں کے درختوں پر ایک جانب تو بڑے میٹھے سیب لگتے ہیں اور انہیں درختوں کی دوسری جانب انتہائی کھٹے۔

شیراز کے باغ بڑے خوبصورت اور خوشنما ہیں یہاں منگولوں نے بہت سے باغات لگائے تھے۔ یہاں کا مشہور باغ "باغ تخت" اس دور کی یادگار ہے۔ اس باغ کو ہلاکو خان کے بیٹے منگو خان کی بیوی نے لگوایا تھا۔ یہ باغ آج تک موجود ہے۔ 'باغ تخت' کے سوا 'باغ ارم'، 'باغ دلکشا'، اور خلیلی باغات بھی بہت مشہور ہیں۔

ان باغات میں تین مختلف قسم کے پھول کھلتے ہیں۔ مگر سب سے خوبصورت پھول ایرانی گلاب ہے، جو ان باغوں کا جزو لاینفک ہے۔ گلاب کو فارسی ادبیات میں بڑا رومانی مقام حاصل ہے۔

شیراز کے ان گلستانوں کے امتیازی حسن نے کئی سلاطین اور امراء کو متاثر کیا ہے ایران کے کئی شہروں میں انہی شیرازی باغوں کی نقل اتاری گئی ہے۔

تیمور لنگ نے جب اپنے پایۂ تخت سمرقند کی تزئین و آرائش کرنی چاہی تو اس نے شیراز کے باغات سے متاثر ہو کر اس کے نمونے پر یہاں پر بھی باغات لگوائے۔ نہ صرف ان باغات کی روشوں اور کیاریوں کے انداز کو اپنایا گیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ شیراز کے باغات کے ناموں کو بھی یہاں استعمال کیا گیا۔ چنانچہ سمرقند اور شیراز دونوں شہروں میں 'باغ تخت' 'باغ ارم'، دلکشا باغ وغیرہ کی موجودگی تاریخی شواہد سے ثابت ہے۔

شیراز نہروں کا شہر ہے اس شہر میں پانچ نہریں بہتی تھیں[1]۔ یہ نہریں شہر کی

میووں کی بھی
(لکھنؤ/ارم
الہ آباد
دکن)

---

[1] ابن بطوطہ۔ تحفۃ النظار فی سفر الامصار۔ ص ۲۶۲ اردو ترجمہ۔

خوبصورتی اور آب و ہوا کی خوبی کی بڑی حد تک ذمہ دار تھیں۔ یہاں کی برتری اور شادابی اور پُربہار باغات کے دلفریب مناظر انہی آبجوؤں کے رہینِ منت تھے۔ ان نہروں کے کنارے کثرت سے خوشنما پھول اُگتے اور یہاں طربیہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔

اہل شیراز کی صحت و تندرستی میں بھی ان نہروں کا بڑا حصہ تھا۔ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ ان نہروں کا پانی 'جوئم' سے آتا تھا۔[1] ان نہروں میں سب سے بڑی اور خوشنما نہر 'رکن آباد' تھی۔ یہ نہر 'رکن الدولہ دیلمی' کے نام سے معنون کی گئی تھی۔[2] ابن بطوطہ اس نہر کے بارے میں لکھتا ہے:

> ایک نہر رکن آباد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا پانی عمدہ درجہ شیریں ہوتا ہے۔ گرما میں گرم اور سرما میں سرد۔ اس نہر کا سرچشمہ ایک پہاڑ کے دامن میں ہے۔

'رکن آباد' اتنی خوش منظر نہر تھی کہ 'حافظ' یہاں کی نیرنگی اور دلکشی سے متاثر ہو کر پکار اُٹھے ؎

بده ساقی مئے باقی که در جنت نخواهی یافت
کنارِ آب رکنا باد و گلگشت مصلیٰ را

شیراز میں بکثرت تاریخی عمارتیں موجود ہیں۔ ۹۴ھ میں موجودہ شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ چوتھی صدی ہجری میں یہ شہر بہت پھیل چکا تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس شہر میں آٹھ دروازے تھے۔

دیلمیوں ہی کے عہد میں شیراز کی آبادی اتنی گنجان ہو گئی کہ سلطان عضد الدولہ دیلمی کو اس شہر کے نواح میں نصف فرسخ کے فاصلے پر ایک نواحی بستی اپنے لشکریوں کے لئے بسانی پڑی۔ اس کے اطراف میں کثرت سے باغ لگوائے جو ایک فرسخ تک پھیلے

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۲۳۰ تذکرۂ شیراز۔
[2] روضۃ الصفا جلد ۷ صفحہ ۱۴۵۵

ہوئے تھے۔

رفتہ رفتہ شیراز ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ یہاں کے محلوں کی تعداد سترہ اور دروازوں کی تعداد گیارہ تک پہنچ گئی۔ مگر 'مستوفی' نے صرف نو دروازوں کے نام گنوائے ہیں۔

ان دروازوں کے علاوہ ایک دروازہ باب القرآن بھی تھا۔ یہ دروازہ ابھی تک موجود ہے اور یہی وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہوکر ہم شیراز کا دلفریب نظارہ کر سکتے ہیں۔ باب القرآن کی تعمیر کا پس منظر بڑا دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیراز کی کشش و جاذبیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس شہر کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس دروازے پر مصحف مقدس رکھا جاتا تھا یہ دروازہ آل بویہہ کے دورِ حکومت میں تقریباً ایک ہزار برس پہلے تعمیر ہوا تھا مگر امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں شکستہ اور بوسیدہ ہو چکا تھا، شیراز کے ایک تاجر نے اسے حال ہی میں دوبارہ تعمیر کروایا ہے۔

آل بویہ

شیراز کی فصیل بڑی مضبوط تھی۔ اس کی تعمیر کا سہرا بھی آل بویہہ کے سر ہے۔ فنونِ لطیفہ میں شیراز کا اپنا ایک الگ مکتب رہا ہے۔ شیرازی اسکول بتدریج کئی صدیوں تک ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا ایک مخصوص رنگ و مزاج حاصل کرلیا جو ایرانی فنونِ لطیفہ شیرازی مکتب کے نام سے موسوم کیا جانے لگا شیرازی مکتب کی بنیاد اس وقت پڑی جب کہ مشرقی ایران کے معمار اور صنّاع جنہوں نے سلجوقیوں کے عہد میں فنونِ لطیفہ کے نادر نمونے تخلیق کئے تھے اور 'ہرات' کے مکتب کی بنیاد رکھی تھی۔ ان میں سے ایک جماعت نے 'موصل' کی راہ لی اور وہاں موصل کے مکتب کو پروان چڑھایا۔ اور دوسری جماعت نے شیراز کا رُخ کیا، درحقیقت اسی وقت سے شیرازی مکتب کی باضابطہ ابتداء ہوئی۔ شیراز نے ابتداء ہی سے خالص ایرانی ثقافت اور مزاج کو اپنایا، اس لئے کہ کئی ایرانی خاندانوں نے یکے بعد دیگرے شیراز ہی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس کے تاریخی پس منظر کی وجہ سے شیرازی مکتب میں قدامت پسندی اور روایت پسندی کے میلانات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اہل

شیراز متقدمین کے نقشِ قدم سے انحراف پسند نہ کرتے تھے مگر اس کے برعکس ہرات والے جدّت پسند تھے [1]

شیرازی مکتب ایرانی اقدار کا حامل بلکہ پیش رو رہا ہے۔ مشہد کی بہت سی مساجد اور متبرک مقامات کے دلکش نقش و نگار ایک ایرانی معمار غیاث الدین ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

شیرازی طرز اس قدر دلکش اور حسین ہے کہ تیمور لنگ نے مختلف اوقات میں اُسے اپنایا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے دارالسلطنت سمرقند کی تزئین و آرائش کے لئے شیرازی کاریگروں اور معماروں کو بلوایا تھا۔ تیمور لنگ کے پوتے ابراہیم کے عہد میں شیراز میں بہت ہی خوبصورت ظروف، کتابوں کے زرنگار، جزدان اور مرصع و مصوّر شاہنامے تیار کئے گئے تھے۔ ابراہیم خود بھی ایک ماہر خطاط تھا۔ اس نے اپنے فن کا کمال اصطخر میں داریوش کے کتبے پر جو میخی خط میں کندہ ہے دکھایا ہے۔ شیراز کی بہت سی فنونِ لطیفہ کی یادگاریں دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ قاہرہ کے عجائب خانہ میں دو [2] مرصع شاہنامے جو ۱۳۹۳ء سے متعلق ہیں موجود ہیں۔ ۱۴۲۵ء سے متعلق شیرازی مصوری کے جو نمونے برلن کے عجائب گھر میں موجود ہیں وہ اس مکتب کی غیر معمولی کشش اور جاذبیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تہران کے عجائب خانوں، برٹش میوزیم اور اے ڈی اسٹورا میوزیم میں بھی شیراز کے بہت سے آثار موجود ہیں۔

شیراز مسجدوں اور خانقاہوں کا شہر ہے۔ شیراز میں یوں تو کثیر تعداد میں مسجدیں موجود ہیں مگر چند مساجد کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے، جن کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے:

'مسجد عتیق' یا جمعہ مسجد' ۔ تمام مساجد میں قدیم ترین مسجد ہے۔ آلِ صفار کے حکمراں عمرو بن لیث صفاری نے اس کو ۸۹۴ء میں تعمیر کرایا تھا۔ ۱۳۵۱ء میں مقامی

---

[1] تاریخ ایران ۔ ویبرڈ ونلڈ ۔ تذکرۂ شیراز

امیر اسحاق انجو نے اس کی توسیع کی اور ایک اور عمارت 'خدا خانہ' کے نام سے یہاں بنوائی اس عمارت کو بطور کتب خانہ استعمال کیا جاتا تھا اور یہاں قرآن شریف اور سپارے رکھے جاتے تھے اس لئے اس عمارت کو بعض وقت 'بیت المصحف' بھی کہا جاتا تھا[1]

جمعہ مسجد یا مسجدِ عتیق بڑی دلکش ہے۔ صحن کے چاروں نمازیوں کے لئے وسیع ایوان اور کمرے بنے ہوتے ہیں۔ اس مسجد کی چھت سے شیراز کا منظر بڑا ہی خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ 'خدا خانہ' ایک چوگوشہ عمارت ہے اس کے چاروں طرف چار مضبوط ستون ہیں۔ عمارت کے چاروں طرف تین تین مضبوط کمانیں بنی ہوئی ہیں۔

مسجد عتیق اور خدا خانہ کے نقش و نگار اور دیواروں پر کندہ عبارتیں اور آیات بڑے ہی دیدہ زیب ہیں۔ چودھویں صدی عیسوی کے مایۂ نار خطاط 'یحییٰ' نے ان چمکتے روغنی ٹائیلوں پر اپنی پوری فنکارانہ صلاحیتیں صرف کردی ہیں، اس طرح ان عمارتوں کے حُسن اور خوبصورتی میں گویا چار چاند لگ گئے ہیں۔ ان عمارتوں میں استعمال شدہ ٹائیلز بھی بہت خوبصورت ہیں۔ یہ ٹائیل چودھویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان رنگین ٹائیلوں اور موزیک پر خطاطی کے فن کو صفویوں کے عہد میں بڑی ترقی ہوئی۔ مگر شیراز کی عمارتوں پر جو اس فن کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں انہیں صفویوں کے عہد کی ترقی کا پیش رو کہا جا سکتا ہے۔ 'خدا خانہ' اور مسجد کی تعمیر کا انداز اس عہد کے آتشکدوں کے اندازِ تعمیر سے ملتا ہے۔ یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ یہ عمارتیں کسی آتشکدہ کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہوں گی یا کسی آتشکدہ ہی کو مسجد میں تبدیل کر دیا ہوگا۔ تاریخ کی ورق گردانی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیراز میں فتح اسلام کے بعد بھی آتشکدے موجود تھے۔ دیلمیوں کے عہد میں ان کی موجودگی کی واضح شہادتیں موجود ہیں۔ چنانچہ عضدالدولہ دیلمی کے عہد میں شیراز میں دو آتشکدے موجود تھے۔ یہ واقعہ ۹۸۲ء کا ہے۔ یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ اس عہد سے تقریباً ایک صدی قبل یہاں ایک تیسرا آتشکدہ بھی موجود تھا، جسے عمرو بن لیث صفاری نے مسجد

---

[1] روضۃ الصفا۔ جلد ۷ ص۱۴۸ نیز تذکرہ دوات شاہ سمرقندی۔

مزنش بہت ساسانی کہلاتے ہیں ؟

میں تبدیل کر دیا ۔ اس تاریخی پس منظر اور عمارت کی ساخت اور تزئین و آرائش میں ساسانی آتشکدوں کی جھلک اس امکان کو تقویت بخشتی ہے ۔

**مسجد وکیل** ۔ کریم خان زند نے شیراز میں جو دلفریب عمارتیں بنوائیں ان میں ایک "مسجد وکیل" بھی ہے، یہ مسجد بڑی کشادہ اور وسیع ہے ۔ اور بارہ ہزار مربع گز پر پھیلی ہوئی ہے ۔ سردیوں کے موسم میں نمازیوں کے لئے بڑا وسیع ایوان بنایا گیا ہے، اسے "شبستان" کہتے ہیں ۔ اس "شبستان" کی لمبائی سو گز اور چوڑائی ۵۰ گز ہے ۔ شبستان کی چھت ۴۸ ستونوں پر قائم ہے اور ان پر حسین نقش و نگار بنائے گئے ہیں ۔ مسجد کی دیواروں پر خوبصورت روغنی ٹائیلز لگے ہوتے ہیں ۔ ان منقوش اور بوقلموں ٹائیلوں کی بہار شمالی اور جنوبی دیوار پر دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ مسجد وکیل کی حسین ترین اور تعجب خیز چیز اس کا منبر ہے ۔ یہ منبر سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے سے تراشا گیا ہے اس کی پیمائش ۲ × ۲ × ۲۰ فٹ ہے ۔ سنگ مرمر کا یہ ٹکڑا مراغہ سے لایا گیا تھا ۔ واضح رہے کہ مراغہ آذر بائیجان کے علاقے میں ہے ۔ مراغہ سے شیراز تک یہ تقریباً ایک ہزار میل کی طویل مسافت طے کر کے یہاں لایا گیا تھا ۔

**مسجد نو** ۔ مسجد نو نہ صرف شیراز بلکہ سارے ایران کی حسین ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے ۔ اس کی تعمیر کا پس منظر بڑا ہی رومانوی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ سعدالدین زنگی فرمانروائے شیراز نے یہ مسجد تعمیر کی تھی ۔ زنگی کی ایک لڑکی بڑی ہی خوبصورت اور حسین تھی ۔ لیکن طفولیت ہی سے وہ اکثر بیمار رہتی تھی ۔ اپنی اداس طبیعت کو بہلانے کے لئے ننھی شہزادی باغ کی روشوں پر چہل قدمی کیا کرتی تھی ۔ اس کے باپ سعدالدین زنگی نے عہد کیا کہ اگر اس کی بیٹی صحتیاب ہو جائے تو وہ اس باغ کو ایک مسجد میں تبدیل کر دے گا ۔ اس کی خواہش پوری ہوئی اور شہزادی تندرست ہو گئی ۔ چنانچہ سعدالدین زنگی نے اپنے عہد کے مطابق یہاں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کر دی اور باغ کو مسجد کے صحن میں تبدیل کر دیا ۔

جب وحشی منگولوں نے ایران پر قبضہ کیا تو اس خوبصورت شہزادی کو ہلاکو خان کے بیٹے منگو خان کی زوجیت میں دے دیا گیا ۔ اس نیک دل خاتون کی توجہ سے شیراز میں بہت

سے باغ لگوائے گئے اور نئی عمارتیں بنوائی گئیں۔ مسجدِ نو شیرازی طرز کا ایک حسین اور نظر فریب امتزاج ہے۔

شیراز کے باشندے اپنی خوش وضعی اور خوش مزاجی کی بناء پر بہت مشہور ہیں۔ یہ لوگ فطری طور پر عبادت و ریاضت کی طرف میلان رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ اسی لئے شیراز میں کثرت سے مسجدیں اور خانقاہیں موجود ہیں۔ نہ صرف شیراز کے مرد ہی تقویٰ اور ورع میں مشہور تھے بلکہ دخترانِ شیراز بھی اس میدان میں بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں۔ مشہورِ عالم سیاح ابن بطوطہ جب یہاں پہنچا تو یہاں کی عورتوں کی دینداری نے اس پر بڑا اثر کیا وہ لکھتا ہے۔

> باشندگانِ شیراز اہلِ صلاح دین اور عفاف ہیں اور خاص کر عورتیں تو ان صفات سے زیادہ متصف ہیں۔ ان کا دستور یہ ہے کہ سب موزہ پہنتی ہیں۔ اور اسی طرح اوڑھ لپیٹ کر اور برقعہ اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں کہ کوئی حصہ جسم کا دکھائی نہیں دیتا۔ صدقے اور ایثار میں بہت بڑھی چڑھی ہیں۔ ان کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ سب جامع مسجد میں دوشنبہ، پنجی اور جمعہ کے دن وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی ہیں۔ اکثر ان کا ہزار ہزار دو دو ہزار کا مجمع رہتا ہے۔ ہر عورت کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہوتا ہے جسے وہ سخت گرمی میں جھلتی رہتی ہیں۔
> میں نے اس قدر عورتوں کا مجمع کسی دوسرے شہر میں نہیں دیکھا۔ [۱]

اس شہر میں بہت سے بزرگ اور اہل اللہ رہتے تھے۔ جب ابن بطوطہ وہاں پہنچا تو مجد الدین اسماعیل بن محمد خداداد بڑے بزرگ اور اپنے وقت کے 'قطب' تھے۔

اسی طرح شاہ چراغ اور دوسرے صوفیائے کرام شیراز کے تقدس کا باعث ہیں۔ شیراز ہی کی خاک میں قطبِ وقت 'ابن خفیف مدفون ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق تھا اور ہے۔ ابن بطوطہ کے عہد میں وہاں ایک خانقاہ تھی جہاں لوگوں کو مفت لنگر تقسیم ہوتا تھا۔

---

[۱] تحفۃ النظار فی سفر الاسفار۔ ابن بطوطہ ص ۲۶۳

اور درویشوں کے روزینے مقرر تھے ۔ حضرت ابن خفیف وہ بزرگ تھے جنہوں نے سراندیپ کا راستہ لوگوں کو بتلایا تھا ۔ ایک اور بزرگ صالح زرکوب مشہدی کا مزار اسی شہر میں ہے یہاں بھی بڑی خانقاہ اور زاویہ بنا ہوا ہے اور درویشوں میں کھانا تقسیم ہوتا ہے[۱]

اہلِ شیراز اپنی رسیلی آواز کی بنا پر بہت مشہور تھے ۔ وہ قرأت بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے ۔ ابن بطوطہ نے ان کی خوش الحانی اور آواز کی موسیقیت کی بڑی تعریف کی ہے ۔

ان اچھائیوں کے ساتھ ساتھ باشندگانِ شیراز میں کچھ برائیاں تھیں جن کا تذکرہ مؤرخین اور سیاحوں نے کیا ہے ۔ یاقوت حموی اپنی معجم میں رقم طراز ہے کہ شیراز میں کثرت سے فسق و فجور کے مقامات موجود ہیں ۔

'میرا خوند' اہلِ شیراز کو فضول خرچ کہتا ہے[۲]، وہ لکھتا ہے ، "در اندک قرضے مفلس شدند" ۔

ابنِ بطوطہ نے جہاں اہلِ شیراز کی تعریف اور توصیف میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے، اس نے اپنا حسب ذیل چشم دید واقعہ نقل کیا ہے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب میں شیراز پہنچا تو وہاں کا حاکم سلطان الملک الفاضل ابو اسحٰق ابن محمد شاہ انجو تھا ۔ صاحب حسن سیرت اور کریم النفس تھا ۔ اس کے لشکر میں پچاس ہزار ترک اور عجمی تھے ۔ اہل اصفہان پر اُسے بہت بھروسہ اور اطمینان تھا مگر اہل شیراز سے کبھی مطمئن نہیں ہوا ۔ نہ انہیں اپنا خادم بناتا ہے اور نہ انہیں اپنا تقرب عطا کرتا ہے ۔ اور نہ ان میں سے کسی کو مسلح ہونے کی اجازت دیتا ہے کیونکہ یہ لوگ پر ہیبت ، بہادر ، باغی اور سرکش فطرت کے ہیں ۔ جن کے ہاتھ میں ہتھیار دیکھتا سزا دیتا ہے ۔ میں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ اسے سپاہی گھسیٹے لے جا رہے ہیں ۔ یہ پولیس کے لوگ تھے اور اس آدمی کی گردن میں ایک رسّی

---

۱ تحفۃ النظار فی سفر الاسفار ، ابن بطوطہ ۔

۲ میرا خوند ۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۴۸۸ ۔

بندھی ہوئی تھی۔ میں نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا انہوں نے جواب دیا رات کے وقت کمان لئے جارہا تھا۔"

فارس کے مرکزی مقام ہونے کی بنا پر اور کئی حکومتوں کا یکے بعد دیگرے دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے شیراز تجارت کا زبردست مرکز بن گیا تھا۔ ایران کی بڑی بڑی شاہراہیں اس شہر سے ہوکر گزرتی تھیں۔ لہٰذ صوبے کے تمام بڑے بڑے شہروں کا سامانِ تجارت یہاں آتا تھا اور مشرقی ممالک کو جانے والے تمام تجارتی کارواں یہاں ٹھیرتے تھے۔

دیلمیوں کے عہد میں شیراز کا مشہور بازار "سوق الامیر" بڑا شاندار تھا۔ اس بازار میں خرید و فروخت کے لئے مختلف اشیاء کی دکانیں الگ الگ تھیں۔ ان دکانوں سے بیس ہزار دینار محصول کی سالانہ آمدنی تھی۔ شیراز کا دوسرا بڑا بازار بازار وکیل تھا، اس کی تعمیر کا سہرا کریم خاں زند کے سر ہے۔ اس کی لمبائی ۸۰۰ گز اور چوڑائی پچاس فٹ تھا۔ یہ بازار آج تک موجود ہے۔

شیراز کی میوہ منڈی بڑی شاندار تھی۔ ابن بطوطہ اس منڈی کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا۔ یہ بازار مسجد عتیق کے شمالی دروازہ باب حسن کے سامنے واقع تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہ بازار بڑا عجیب ہے۔ میں اسے دمشق کے 'باب البرید' کے بازار پر ترجیح دوں گا۔ شیراز کی اس منڈی میں کثرت سے میوے فروخت کے لئے آتے تھے۔ یہ بازار کبھی بھی پھولوں کی رنگینی اور مہک سے خالی نہ رہتے تھے (روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۴۸۸)۔

شیراز نے ثقافتی میدان میں جو اہم کارنامے انجام دیئے وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں خصوصًا ادبیات میں جو فضیلت شیراز کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے شہر کو حاصل نہیں ہے، اس شہر میں شیخ سعدی پیدا ہوئے جنہیں کہ بلبلِ شیراز کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ان کی لازوال تصانیف گلستان اور بوستان فارسی ادب میں ایک ناقابلِ فراموش باب ہیں۔

شاعری کے میدان میں حافظ شیرازی نے بھی بڑا بلند مقام حاصل کیا ہے ان کی غزلوں میں بلا کی موسیقیت ہے۔ مناظرِ قدرت کی جو دلآویز عکاسی اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ ان کے کلام میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ حافظ کی شاعری کی تمام خوبیاں اپنے دل کش پس منظر اور طمانیت سے بھرپور زندگی کی مرہونِ منت ہیں۔